تزکِ بابری

از

(جناب محمد رحیم صاحب دہلوی)

(۱۳)

علی دوست کا فتنہ اندجان پہنچنے کے بعد علی دوست کا ڈھنگ بدلنے لگا۔ جو لوگ مصیبتوں اور لڑائیوں میں میرے رفیق تھے۔ وہ ان سے بُرا سلوک کرنے لگا۔ پہلے خلیفہ کو نکال باہر کیا۔ پھر ابراہیم ساروا اور ویس لاغری کو بے وجہ اور بے گناہ مجرم ٹھیرایا۔ اور ان کے گھر بار لوٹ لئے۔ اور انھیں ان کے علاقوں سے نکال دیا۔ آخر میں قاسم بیگ کی بھی خبر لی۔ اور یہ الزام دھر کر خلیفہ اور ابراہیم ساروا خواجہ قاضی کے یار غار ہیں۔ مجھ سے ان کا بدلہ نہ لے لیں۔

محمد دوست کی فرعونیت اس کا بیٹا محمد دوست تو حد سے بڑھ گیا۔ بادشاہت کے ڈھنگ برتنے لگا۔ اس کی مجلسوں اور دعوتوں کے طریقے، آرائشی ساز و سامان اور دربار کے قرینے سب ہو بہو بادشاہوں جیسے ہو گئے۔

تنبل دشمنوں کو اکساتا رہا دونوں باپ بیٹے، تنبل کے برتے پر یہ حرکتیں کر رہے تھے۔ مجھ میں اتنی قدرت بھی نہ تھی۔ کہ انھیں ان نامعقول حرکتوں سے روک سکوں۔ تنبل جیسا دشمن میری بغل میں بیٹھا تھا اور انھیں اکسا رہا تھا۔ وہ جو جی چاہتا کر گزرتے۔ بڑا نازک موقعہ تھا۔ مجھ میں دم مارنے کی مجال نہ تھی۔ اس زمانے میں ان دونوں باپ بیٹوں سے مجھے بڑی ذلت برداشت کرنی پڑی۔

پہلی شادی عائشہ سلطان بیگم سے جو میرے چچا سلطان احمد مرزا کی بیٹی تھی۔ میرے والد اور چچا کی زندگی میں میری منگنی ہو گئی تھی۔ وہ خجند میں جو آئی۔ تو شعبان میں اُس سے میری شادی ہو گئی۔

بیوی سے شرم و حجاب شروع میں نئی نئی شادی ہوئی۔ تو مجھے اس سے بہت زیادہ محبت تھی مگر شرم

کے مارے میں دس پندرہ، بیس دن بعد اس کے پاس جاتا تھا آخر آپ ہی آپ وہ محبت ختم ہوگئی اور شرم زیادہ آنے لگی۔ چھ مہینے ڈیڑھ مہینے بعد میری والدہ خانم نے بہت ڈانٹا اور بڑی مشکل سے مجھے اس کے پاس بھیجا۔

ایک لڑکے سے عشق بابری نام اردو بازار میں ایک لڑکا تھا۔ اس سے ایک مناسبت یہ تھی۔ کہ وہ میرا ہمنام تھا۔ میں ان ہی دنوں اس کی محبت میں گرفتار ہوگیا۔

اس سے پہلے میں کسی پر شیدا نہ ہوا تھا۔ نہ کسی سے محبت والفت کی بات چیت تک ہوئی تھی۔ نہ یہ جانتا تھا کہ دل لگانا کسے کہتے ہیں۔

میں اس زمانے میں فارسی کا ایک آدھ شعر بھی کہہ لیتا تھا۔ ان میں سے ایک شعر یہ ہے۔

ہیچ کس چوں من خراب و عاشق و رسوا مباد ہیچ محبوبے چو تو بے رحم و بے پروا مباد

مگر حال میرا یہ تھا کہ کبھی بابری میرے سامنے آنکلتا۔ تو میں شرم کے مارے اسے نگاہ بھر کے نہ دیکھ سکتا تھا۔ اس سے ملنا جلنا اور باتیں کرنا تو دور کی بات ہے۔ دل کے اضطراب کی حالت یہ تھی کہ اس کے آنے کا شکریہ تک ادا نہ کرسکتا تھا۔ نہ یہ کہ اس کے نہ آنے کا شکوہ زبان پر لاسکتا اور زبردستی بلانے کی تو مجال کس کو تھی۔

اسی وارفتگی کے زمانے میں ایک دن میں پوری شان و شوکت کے ساتھ ایک گلی میں چلا جا رہا تھا کہ ایکا ایکی بابری سے آمنا سامنا ہوگیا۔ عجیب حالت ہوئی۔ قریب تھا کہ غش آجائے۔ نظر بھر کے دیکھنا یا بات کرنی ممکن نہ ہوئی۔ جھینپتا اور گھبراتا ہوا آگے نکلا چلا گیا اور بے اختیار محمد صالح کی بیت یاد آگئی ؎

شوم شرمندہ ہر گہ یار خود را در نظر بینم رفیقاں سوئے من بینند و من سوئے دگر بینم

یہ بیت ہوبہو میرے حسب حال تھی۔ اس زمانے میں عشق و محبت کا وہ زور ہوا اور جوانی اور جنون کا غلغلہ اتنا بڑھا کہ کبھی کبھی ننگے سر ننگے پاؤں محلوں اور باغ باغیچوں میں مارا مارا پھرتا اپنے بیگانے برے لگنے لگے اور کسی کی کوئی پرواہ نہ رہی۔

دیوانوں کی طرح کبھی تن تنہا پہاڑوں اور جنگلوں کو کھنگالتا پھرتا۔ کبھی باغوں اور محلوں میں کو بکو بھٹکتا رہتا۔ اٹھنا بیٹھنا اور چلنا پھرنا اپنے اختیار میں نہ رہا۔ نہ چلنے میں قرار آتا اور نہ بیٹھنے میں سکون ملتا۔

ترخانوں کا اقتدار اسی سال سلطان علی مرزا اور محمد مزید ترخان میں ان بن ہوگئی۔ ترخانوں کا اقتدار اور اعتبار بہت بڑھ گیا تھا[1]۔ باقی پورے بخارا کو دبا بیٹھا۔ حد یہ کہ بخارا کی آمدنی میں سے ایک کوڑی کسی کو نہ دیتا تھا۔ محمد مزید ترخان سمرقند کا مالک بن بیٹھا۔ اس نے تمام علاقہ اپنے ٹبوں، عزیزوں اور اپنے ساتھیوں کے لئے گھیر لیا۔ شہر کی آمدنی میں سے جو تھوڑی سی رقم وظیفہ کے طور پر مقرر تھی۔ اس کے سوا کسی طرح کوئی پیسہ سلطان علی مرزا کو نہ پہنچتا تھا۔

سلطان علی مرزا جوان ہوگیا تھا۔ اس رنگ ڈھنگ کو کب تک برداشت کرتا۔ اپنے رفیقوں کے بل بوتے پر محمد مزید خاں کی فکر کرنے لگا۔

مزید کی سوجھ بوجھ محمد مزید ترخان تاڑ گیا۔ وہ اپنے نوکروں چاکروں، عزیزوں، ساتھیوں اور ان امرا کو جو اس سے ملے ہوئے تھے۔ جیسے سلطان حسین ارغون، پیر احمد، اوزون حسن کا چھوٹا بھائی خواجہ حسین، قرابرلاس، صالح محمد اور بعض اور امرا اور سپاہیوں سمیت شہر سے باہر چلا گیا۔

مزید کی مغل لشکر سے سازباز اسی زمانے میں سلطان محمود خاں نے محمد حسین دغلت، احمد بیگ اور اپنے بہت سے مغلوں کو خان مرزا[2] کے ساتھ سمرقند بھیجا۔

حافظ بیگ دولدائی اور اس کا بیٹا طاہر بیگ توخاں کے بیگ آتکہ تھے ہی۔ حسن نبیرہ، ہندو بیگ اور کچھ وہ لوگ جو حافظ بیگ اور طاہر بیگ سے لگاؤ رکھتے تھے سلطان علی مرزا کے ہاں سے بھاگ کر خان مرزا کے ہاں چلے گئے۔

---

[1] وجہ یہ تھی کہ ترخانوں کا اثر بہت بڑھ گیا تھا۔ اور انھوں نے تمام ملک بخارا دبا لیا تھا۔ اور اس کی آمدنی میں سے ایک کوڑی کسی کو نہ دیتے تھے۔ [2] خان مرزا کو ویس مرزا بھی کہتے تھے۔ وہ سلطان محمود مرزا کا سب سے چھوٹا بیٹا تھا۔ باپ کے مرنے کے بعد ماں اس کو اپنے بھائی کے پاس تاشقند لے گئی تھی۔ خان مرزا کی ماں بابر کی چھوٹی خالہ مہر نگار خانم تھی۔

محمد مزید ترخان نے آدمیوں کو بھیج کر خان مرزا اور مغل لشکر کو بلا یا۔ اور شادوار کے پاس خان مرزا اور مغل امرار سے ملاقات کی۔

ترخانوں اور مغلوں کا بگاڑ | مغل امرار اور محمد مزید بیگ ایک دوسرے پر اعتماد نہ کر سکے۔ بلکہ مغلوں نے محمد مزید ترخان کو پکڑ لینے کا ارادہ کر لیا۔ لیکن مزید ترخان اور اس کے امرار اس چال کو بھانپ گئے اور انھوں نے بہانہ سازی کر کے مغلوں سے کنارہ کر لیا۔

ان کے جاتے ہی مغلوں کے بھی پاؤں اکھڑ گئے۔

علی مرزا کا کارنامہ | جب وہ یار یلاق میں جا کر ٹھیرے تو سلطان علی مرزا نے تھوڑی سی فوج ساتھ لی اور ایکا ایکی خان مرزا اور مغلوں کے لشکر پر جا پڑا۔ مغل بے لڑے بھڑے بھاگ نکلے۔

آخر میں سلطان علی مرزا نے یہی ایک کارنامہ دکھایا۔

مزید کا سفیر آیا | محمد مزید ترخان اور دیگر امرار، علی مرزا اور اُس کے بھائیوں سے مایوس ہو گئے۔ اور عبد الوہاب مغل کو میرے پاس بھیجا۔ وہاب اس سے پہلے میرے پاس رہ چکا تھا۔ اور جب اندجان گھر گیا تھا تو اس نے خواجہ قاضی کا ساتھ دینے میں جان لڑا دی تھی۔

جہانگیر کو مدد کے لئے بلایا | انھوں نے اپنی مدد کے لئے مجھے بلایا تھا۔ لیکن میں خود بھی اسی جستجو میں مبتلا تھا۔ سمرقند حاصل کرنے ہی کے لئے جہانگیر مرزا سے صلح کی تھی اس لئے فوراً میر مغل کو جہانگیر مرزا کے پاس ڈاک چوکی میں آختشی بھیجا۔ اور خود سمرقند جانے کی تیاریاں شروع کیں۔

خلیل نے اوش چھین لیا | ذیقعد کے مہینے میں ہم سمرقند روانہ ہوئے۔ اور چوتھے دن قبا پہنچے۔ ظہر کے وقت خبر ملی کہ تنبل کے چھوٹے بھائی خلیل نے چپکے سے جا کے اوش کا قلعہ چھین لیا۔

خلیل کے حیلے بہانے | وہ قیدی جب چھوڑ دئے گئے جن کا سردار تنبل کا چھوٹا بھائی خلیل تھا۔ تو تنبل نے خلیل کو اورکند بھیجا۔ کہ جا کے بال بچوں کو لے آئے۔ وہ وہاں ایسا جم کے بیٹھا کہ ہلنے کا نام نہ لیا۔ حیلے بہانے کرتا رہا۔ کہ آج آتا ہوں۔ کل آتا ہوں۔ جب میں لشکر لے کر سوار ہو گیا۔ تو اس نے میدان صاف اور اوش خالی پایا۔ اس لئے راتوں رات چپکے سے جا کے ایکا ایکی اوش چھین لیا۔

سمرقند کے لئے اندجان چھوڑا | ہم نے یہ خبر سنی - لیکن ٹھیرنا اور لڑنا مصلحت کے خلاف تھا - ہماری پوری توجہ سمرقند کی طرف تھی - اس کے علاوہ ہمارے سپاہی سامانِ جنگ ٹھیک ٹھاک کرنے اپنے اپنے گھروں کو مختلف مقامات کی طرف گئے ہوئے تھے اور ہم صلح کے بھروسے پر دشمنوں کے فریبوں سے غافل اور بے خبر تھے - اور علی دوست اور قنبر علی جیسے ہمارے دو بڑے سردار ایسی حرکتیں کر چکے تھے - کہ ان پر اعتماد نہ رہا تھا - اور محمد مزید ترخان نے جو سمرقند کے امراء کا سردار تھا - عبدالوہاب مغل کو مجھے بلانے کے لئے بھیجا - اس لئے سمرقند جیسے پایۂ تخت کو چھوڑ کر اندجان جیسی چھوٹی سی جگہ کے لئے کون وقت ضائع کرتا

مرغینان میں | میں قبا سے مرغینان پہنچا - وہاں قوچ بیگ کے باپ سلطان احمد بیگ کا تقرر کیا گیا تھا - وہ اپنے بال بچوں کے سبب میرے ساتھ نہ چل سکا - اس لئے وہیں رہ گیا - البتہ قوچ بیگ اپنے دو ایک بھائیوں سمیت میرے ساتھ ہو لیا -

غیبی امداد | میں اسفرہ کے راستے مجن[1] پہنچا - جو اسفرہ کے تحت ایک گاؤں ہے - وہیں اتفاق حسنہ سے رات کو قاسم بیگ اور علی دوست اپنی اپنی فوجوں سمیت اور سید قاسم اور بہت سے بہادر سپاہی آپہنچے اور میرے ساتھ ہوئے -

قنبر کی گرفتاری | ہم وہاں سے دشت خیابان اور پل خوبان[2] سے ہوتے ہوئے اوراتیبہ پہنچے -

قنبر علی تنبل پر اعتماد کر کے اپنے علاقے خجند سے اس کے پاس آشتی گیا تاکہ حملے کے بارے میں بات چیت طے کرے - لیکن وہ جیسے ہی وہاں پہنچا - تنبل نے اسے قید کر کے اس کے علاقے پر حملہ بول دیا -

قنبر قید سے بھاگا | قنبر علی کو جب ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جایا جا رہا تھا - وہ راستے میں سے نکل بھاگا اور ہزاروں مصیبتیں سہہ کے بیدل ہمارے پاس اوراتیبہ پہنچا -

شیبانی کی فتح | ہم وہیں تھے جو خبر ملی کہ شیبانی خاں نے باقی ترخان کو زیر کر کے قلعہ بوسی چھین لیا اور اب وہ بنجار آ گیا ہے -

---

[1] صح سے مجن [2] چپان یا خلین

سنگ زار کا قلعہ | ہم اورا تیپہ سے ییلاغ بورکہ ہوتے ہوئے سنگ زار پہنچے۔ وہاں کے داروغہ نے قلعہ ہمارے حوالے کر دیا۔

سنگ زار قنبر کو بخشا | قنبر علی تباہ و برباد ہو کر آیا تھا۔ اس لئے اسے سنگ زار میں چھوڑا۔ اور ہم آگے بڑھے۔

یورت خان میں | جب ہم یورت خان پہنچے۔ تو سمر قند کے امرا جن کا سردار محمد فرید ترخان تھا خدمت میں حاضر ہوئے۔ میں نے ان سے سمر قند کے چھیننے کی ترکیبیں پوچھیں۔

بادشاہ گر خواجہ یحییٰ | سب نے کہا خواجہ یحییٰ آپ کو پسند کرتا ہے۔ وہ اس خیال پر جار ہے تو سمر قند بڑی آسانی سے ہاتھ آ جائے گا۔

خواجہ یحییٰ کے پاس کئی دفعہ آدمی بھیجے۔ لیکن اس نے کوئی قابلِ اطمینان جواب نہ دیا لیکن کوئی ایسی بات بھی نہ کہی جس سے امید ٹوٹ جاتی۔

محمد علی کتاب دار | یورت خاں سے چل کر ہم درغم کے پاس جا اترے۔ وہیں سے محمد علی کتاب دار کو خواجہ یحییٰ کے پاس بھیجا۔ اور وہ جواب لایا کہ تشریف لائیے سمر قند حاضر ہے۔

محمود دول دائی کی منافقت | شام ہوتے ہی ہم درغم سے سوار ہو کر شہر چلے۔

سلطان محمد دول دائی کے باپ سلطان محمود دول دائی یورت خان سے بھاگ کر دشمن کے پاس پہنچا۔ اور اسے سارا بھید بتا دیا۔

راز جب کھل گیا۔ تو ہماری تدبیریں رکھی رہ گئیں۔ مجبوراً الٹے پاؤں واپس آئے اور درغم کے پاس جا اترے۔

ابراہیم سارو کی آمد | ابراہیم سارو منگلیغ (جس پر میں نے سب سے زیادہ عنایتیں کی تھیں۔ اور جب ہم یار ییلاق میں تھے تو علی دوست نے اس کو برباد کر کے نکال دیا تھا) اپنے بیٹے محمد یوسف کے ساتھ خدمت میں حاضر ہوا۔ اور وہ تمام مصاحب اور امرا بھی ایک ایک کر کے میرے پاس آ گئے۔ علی دوست جن کا دشمن تھا۔ اور جن میں سے بعض کو اس نے برباد کر کے جلاوطن کر دیا تھا۔

لہ ایک نسخے میں یہ بھی ہے کہ "انھوں نے خدمت گذاری کا یقین دلایا"

علی دوست دفعان ہوا یوں علی دوست کا زور ٹوٹ گیا۔ اس نے چوں کہ مجھے اور میرے خیراندیشوں کو تنبل کے بل بوتے پر ستایا تھا۔ اس لئے مجھے اس سے نفرت ہو گئی تھی۔ وہ بھی مارے ڈر اور مارے شرم کے میرے پاس نہ ٹھیر سکا۔ اور رخصت کی اجازت مانگی۔ میں نے بے تامل چلتا کیا اور اطمینان کا سانس لیا۔

باپ بیٹوں کا عبرتناک حشر علی دوست اور محمد دوست فوراً تنبل کے پاس پہنچے۔ اور اس کے یار غار بن گئے۔ اور دونوں نے میرے ساتھ بہت سی برائیاں اور بہت سی بغاوتیں کیں۔

دو ایک برس بعد علی دوست کے ہاتھ میں سرطان کا پھوڑا ہو گیا اور وہ اسی میں مر گیا۔

محمد دوست ازبکوں کے پاس پہنچا۔ اور وہاں اسے خاصی کامیابی ہوئی۔ وہاں رہتا تو اس کے حق میں برا نہ تھا۔ لیکن وہاں بھی اس نے نمک حرامی کی اور بھاگ نکلا۔ اور اندجان کے پہاڑوں میں فتنے برپا کرتا رہا۔ اور فساد مچاتا رہا۔ آخر کار ازبکوں نے اسے پکڑ کر اندھا کر دیا۔

کسی نے سچ کہا ہے کہ فلاں آدمی کے نمک نے فلاں آدمی کی آنکھیں پھوڑ دیں۔

بخارا پر شیبانی کا قبضہ ان دونوں کو دفعان کرنے کے بعد میں نے تھوڑی سی فوج کے ساتھ غوری برلاس کو بخارا بھیجا۔ کہ وہاں کی سن گن لے۔ اتنے میں خبر ملی کہ شیبانی خاں نے بخارا مار لیا۔ اور اب وہ سمرقند کی طرف بڑھا چلا آ رہا ہے۔

کیش کی طرف فرار میں نے وہاں آس پاس ٹھیرنا مناسب نہ جانا۔ اس لئے کیش چلا گیا سمرقند کے اکثر امرا کے گھر بار بھی کیش ہی میں تھے۔

شیبانی نے سمرقند بھی لے لیا کیش پہنچنے کے ایک دو ہفتہ بعد خبر ملی کہ سلطان علی مرزا نے سمرقند شیبانی خاں کے حوالے کر دیا۔

زہرہ کی بے وقوفی سلطان علی مرزا کی ماں زہرہ بیگی آغا نے بے وقوفی کی۔ اس نے چھپے چوری شیبانی خاں کے پاس آدمی بھیجا۔ اور اس کو پیغام دیا۔ کہ شیبانی خاں مجھ سے شادی کر لے

---

[1] سمرقند کے شمال کی طرف پہاڑوں میں کیش ایک قلعہ ہے

تو میرا بیٹا سمرقند اس کو دے دے گا۔

مطلب یہ تھا کہ شیبانی خاں سمرقند لینے کے بعد سلطان علی مرزا کو اس کے باپ کا ملک واپس دے دے گا۔

یوسف ارغون کو اس پیام و سلام کی خبر تھی۔ بلکہ یہ ترکیب اسی بے ایمان نے سجھائی تھی

سنہ ۹۰۶ ہجری کے حالات

شیبانی سمرقند میں | شیبانی خاں اس عورت کے وعدے وعید پر چلا گیا۔ اور باغ میدان میں جا اُترا۔

علی مرزا کی بے غیرتی | سلطان علی مرزا نے امیروں، سرداروں، ملازموں اور سپاہیوں میں سے کسی کو خبر تک نہ کی۔ نہ کسی سے صلاح مشورہ کیا اور کیا تو یہ کیا کہ دوپہر کے قریب چند نجی ملازموں کو ساتھ لیا اور چوراہے دروازے سے باہر نکل کر شیبانی خاں کے پاس باغ میدان جا پہنچا۔

شیبانی خاں مرزا سے ملا۔ مگر بے رخی سے ملا۔ اور اسے بیٹھنے کے لئے اپنے سے بہت نیچی جگہ دی۔

خواجہ یحییٰ سٹپٹا گیا | خواجہ یحییٰ نے جو سنا کہ مرزا چلا گیا تو وہ سٹپٹا گیا۔ اور سوائے شیبانی خاں کے پاس چلے جانے کے کچھ بن نہ پڑی۔

شیبانی خاں نے ملاقات کے وقت خواجہ کو بھی تعظیم نہ دی اور اس کی بجائے شکایت کے دفتر کھول دئے۔

مگر جب خواجہ واپس جانے لگا تو شیبانی خاں اٹھا اور خواجہ کو تعظیم کے ساتھ رخصت کیا۔

خان علی شیبانی خاں کی خدمت میں | خواجہ علی کا بیٹا خان علی بائی، رباط خواجہ میں تھا۔ اس نے جو اپنے مرزا کے پہنچنے کی خبر سنی تو اسے بھی شیبانی خاں کے پاس جانا پڑا۔

لہ مطابق ۲۸ رجولائی سنہ ۱۵۰۰ء